67

غلطیوں سے بچنے اور کامیاب ہونے کا طریق

(فرمودہ ۳۰ مئی ۱۹۲۴ء)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:

انسانی علم اور انسانی سمجھ نہایت ہی محدود ہے اور ان دونوں کے محدود ہونے کی وجہ سے انسان بعض دفعہ ایک بات کو اپنے لئے مفید سمجھتا ہے حالانکہ وہ اس کے لئے مضر ہوتی ہے اور بسا اوقات وہ ایک بات کو اپنے لئے مضر خیال کرتا ہے اور وہ اس کے لئے مفید ہوتی ہے اور اس وجہ سے وہ یقینی طور پر کسی امر کے متعلق فیصلہ نہیں کر سکتا کہ آیا یہ امر میرے لئے مفید ہے یا مضر ہے فیصلہ نہ کر سکنے کی وجہ سے اس کی حالت ایک متردد شخص کی سی ہوتی ہے۔ جو کسی امر کو مفید سمجھ کر نہ تو اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ اور نہ ہی کسی امر کو مضر خیال کر کے اس سے بچ سکتا ہے۔ اس وقت اس کی حالت نہایت قابل رحم ہوتی ہے۔ اسی حالت کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ **وعسٰی ان تکرھوا شیئا وھو خیر لکم وعسٰی ان تحبوا شیئا وھو شر لکم** (البقرہ ۲۱۷) یعنی بعض دفعہ تم کسی چیز کو ناپسند کرتے ہو۔ لیکن وہ تمہارے لئے مفید ہوتی ہے۔ اور بعض دفعہ تم ایک چیز کو مفید خیال کرتے ہو۔ حالانکہ وہ تمہارے لئے مضر ہوتی ہے۔ تم کبھی اپنی طرف سے کسی چیز کا اچھا نتیجہ حاصل کرنے کے لئے سامان مہیا کرتے ہو۔ لیکن باوجود اس کے پھر نتیجہ برا نکلتا ہے۔ جس کی وجہ صرف یہ ہوتی ہے کہ وہ سامان جو تم نے اچھا نتیجہ پیدا کرنے کے لئے مہیا کئے تھے۔ ان میں وہ سامان موجود نہ تھے۔ جن کے استعمال کرنے سے اچھا نتیجہ نکلنے کی امید کی جا سکتی تھی۔ اور وہ مخفی سامان تم اچھا نتیجہ پیدا کرنے کے لئے اس لئے مہیا نہ کر سکے۔ کہ وہ اپنے خفا کی وجہ سے تمہاری نظروں سے اوجھل رہے اور تمہاری نظر ان تک نہ پہنچ سکی۔ اس لئے نتیجہ برا نکلا اور تمہارے لئے مہلک ثابت ہوا۔ دیکھو کہ کوئی شخص حالات کی ناواقفیت کی وجہ سے لنڈن میں اس طرز کا مکان بنائے جیسا کہ ہندوستان میں بنایا جاتا ہے اور پھر اس میں آرام و آسائش سے رہنے کی امید کرے اور دل سے

چاہے کہ اس مکان میں اپنی زندگی کے دن باسہولت گذاروں تو کیا اس کی یہ خواہش پوری ہو جائے گی۔ ہرگز نہیں۔ اگرچہ اس نے اپنی طرف سے کمال ہوشیاری کے ساتھ مکان بنایا ہو۔ لیکن اس میں آرام سے رہنے کی اس کی غرض پوری نہ ہو گی کیونکہ اس نے ان حالات کو اپنی ناواقفیت کی وجہ سے مدنظر نہ رکھا ہو گا جن کا مدنظر رکھنا وہاں کے لئے ضروری ہے اور وہ سامان مہیا نہ کئے ہوں گے جو اس ملک میں آرام پہنچا سکتے ہیں اس کا مکان برف سے امن میں نہ ہو گا۔ اور اس سے وہ تباہ ہو جائے گا کیونکہ وہاں وہی مکان برف کے طوفان سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ جن کی چھتیں نوکدار ہوتی ہیں۔ ان پر برف پڑنے سے برف ادھر ادھر چھتوں پر سے گر جاتی ہے اور ان کو نقصان نہیں پہنچاتی۔ لیکن چوڑی چھتوں والے مکانوں سے جس طرح کہ یہاں بنائے جاتے ہیں۔ برف گر نہیں سکتی تو وہاں وہی مکان محفوظ رہ سکتے ہیں۔ جن کی چھتیں نوکدار ہوتی ہیں۔ پس اگر کوئی جس طرح یہاں مکان بنایا جاتا ہے وہاں بھی بنائے تو ضرور اس کا مکان برف سے تباہ ہو جائے گا جس کی وجہ بنانے والے کی ناواقفیت ہو گی۔ اس نے اپنے ذہن میں یہ سمجھ لیا کہ جس طرح یہاں مکان بنایا جاتا ہے اور محفوظ رہتا ہے۔ ایسا ہی اگر وہاں بنایا جائے۔ تو وہاں بھی محفوظ رہے گا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ اس کا مکان برف کے طوفان سے تباہ ہو جائے گا۔ اسی طرح دیگر معاملات میں انسان اپنے ذہن میں کچھ باتیں ایسی سمجھ لیتا ہے جن سے وہ خیال کرتا ہے کہ نتیجہ اچھا نکلے گا لیکن نتیجہ اس کے خیال کے ماتحت اچھا نہیں نکلتا پس جبکہ انسان کی ایسی حالت ہے کہ اس کے خیال کے ماتحت ہر وقت اچھے نتیجے نہیں نکلتے۔ بلکہ بسا اوقات برے نکلتے ہیں تو پھر وہ کیا کرے۔

اس کے لئے صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ ہے جو **اهدنا الصراط المستقیم** میں بتایا گیا ہے کہ انسان خدا کے حضور گرے اور عاجزی سے دعا کرے کہ اے خدا مجھ کو ہر امر میں خواہ وہ دینی ہو یا دنیوی صحیح اور سیدھا راستہ دکھا تا کہ میں غلطیوں سے محفوظ رہوں چنانچہ خدا تعالیٰ نے کمال شفقت سے ہر قسم کی غلطیوں سے محفوظ رہنے کے لئے یہ دعا سکھائی۔ جو عام دعا ہے۔ نہ کہ صرف خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے اسے صرف روحانی امور کے لئے مخصوص کرنا غلطی ہے اور یہ ایسی غلطی ہے۔ جو کئی آیات کے متعلق مسلمانوں نے کھائی اور بہت نقصان اٹھایا ہے۔ ایک حکم جو مخصوص تھا۔ اسے عام کر دیا گیا۔ اور جو عام تھا اسے مخصوص بنا لیا گیا۔ وہ آیت جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ **اهدنا الصراط المستقیم** کی دعا عام ہے۔ اور ہر امر میں کی جا سکتی ہے وہ یہ ہے۔ **کلا نمد هؤلاء** (بنی اسرائیل : ۲۱) یعنے انسان جس قسم کی زندگی چاہتا ہے ہم اس کو اس قسم کی

زندگی دے دیتے ہیں۔ اور جس قسم کی مدد ہم سے چاہتا ہے۔ اسی قسم کی مدد پہنچاتے ہیں۔ اگر کوئی شخص دنیا کی جاہ و حشمت ہم سے مانگتا ہے۔ تو ہم اس کو دنیا کی جاہ و حشمت دے دیتے ہیں۔ اور اگر کوئی ہم سے ہمارا قرب اور ہماری ملاقات چاہتا ہے۔ تو ہم اسے اپنے قرب میں جگہ دیتے ہیں۔

غرض کہ جس قسم کی دعا وہ ہم سے مانگتا ہے اور جس قسم کی مدد وہ ہم سے چاہتا ہے۔ ہم اسے دیتے ہیں۔ کامیابی کا یہی ایک نکتہ ہے کہ جو تکلیف ہو۔ اس کے دور کرنے کے لئے خدا تعالیٰ سے دعا کی جائے۔ اگر اس بات کو سمجھ لیا جائے۔ تو انسان غلطیوں سے محفوظ رہ سکتا اور ہر بات میں کامیابی حاصل کرتا ہے۔ لیکن افسوس کہ ہماری جماعت کے بعض لوگوں نے بھی اس نکتہ کو اچھی طرح سے نہیں سمجھا۔ اور یہی وجہ ہے کہ آج اگر کسی کو کہا جاتا ہے کہ تم دعا کرو۔ خدا تمہاری مشکلات حل کر دے گا تو وہ کہتا ہے یورپ والے کون سی دعا کرتے ہیں۔ کہ ہم دعا کریں جس طرح وہ دعا نہیں کرتے اور ان کی مشکلات حل ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح ہماری بھی حل ہو جائیں گی کیا وہ نہیں جانتا کہ اپنے گھر کے آدمی اور باہر کے آدمی سے الگ الگ معاملہ کیا جاتا ہے۔ دیکھو ایک طالب علم جو ہر روز سکول جاتا ہے اس کے جانے پر یہ نہیں ہوتا کہ استاد آگے بڑھ کر اسے ملنے کے لئے آئے اور ساتھ لے جا کر سکول کی ایک ایک چیز دکھائے اور نہ ہی اس کا دوسرے استادوں اور ہیڈ ماسٹر وغیرہ سے تعارف کرایا جاتا ہے لیکن اگر کوئی اجنبی معزز شخص سکول میں آئے تو اسے ہیڈ ماسٹر اپنے ساتھ لے جا کر سکول کے استادوں سے تعارف کراتا ہے سکول کی اشیاء دکھاتا ہے۔ غرض کہ اس کی ہر طرح خاطر مدارات کرتا ہے۔ ایسا کیوں کیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ دونوں کی حیثیتیں الگ الگ ہیں۔ اور حیثیتوں کے الگ ہونے کی وجہ سے ان سے الگ الگ معاملہ کیا جاتا ہے۔

اسی طرح کافروں اور مومنوں سے بھی الگ الگ معاملہ کیا جاتا ہے۔ وہ کافر جو خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کا منکر ہے۔ قیامت کو جھٹلاتا ہے۔ اسے مہلت دی جاتی ہے اور اسے شرارتوں میں یہاں تک ڈھیل دی جاتی ہے کہ اس کی شرارتوں کا پیمانہ لبریز ہو جاتا ہے اور آخر وہ مستوجب سزا ہو کر سزا پا جاتا ہے۔ لیکن اس کے خلاف وہ انسان جو خدا تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے۔ اور قیامت کا قائل ہے۔ اسے دنیا میں بھی ترقی دی جاتی ہے اور آخرت میں بھی وہ جنت میں داخل کیا جاتا ہے۔ غرض کہ مومن اور کافر کے حسب حال دونوں سے الگ الگ معاملہ کیا جاتا ہے۔ کافر کو اس کی نافرمانیوں پر یک لخت نہیں پکڑ لیا جاتا اور نہ انعامات الٰہی سے جو عام قانون قدرت کے ماتحت انسانوں کے لئے خدا تعالیٰ نے رکھے ہیں۔ ان سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ کیونکہ

اسے اسی طرح ڈھیل دی جاتی اور اس سے درگذر کیا جاتا ہے جس طرح کسی آقا نے چند ہی دن سے کوئی نوکر رکھا ہو اور وہ گھر کی اشیاء کے متعلق پورا پورا علم نہ رکھتا ہو۔ ایسا نوکر اگر کوئی کام آقا کی منشاء کے خلاف کردے تو آقا کو اس پر کم غصہ آئے گا اس ملازم کی نسبت جو سالہا سال سے گھر میں رہتا ہو۔ سب باتوں کے متعلق کافی علم رکھتا ہو۔ کیونکہ اس نے سالہا سال آقا کی خدمت میں گذارے لیکن اس کی مرضی سے ناواقف رہا۔ لیکن نئے ملازم پر اس لئے خفا نہیں ہو گا۔ کہ وہ ابھی ابھی آقا کے گھر آیا اور اسے ابھی پوری واقفیت حاصل کرنے کا موقع نہیں ملا۔ تو ایک ہی معاملہ میں دونوں سے الگ الگ سلوک کیا جائے گا۔ اسی طرح مومن اور کافر کی حالت ہے۔ کافر اگر خدا تعالیٰ سے دعا نہ کرے تو وہ قابل گرفت نہیں اور اس کے نہ دعا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ اس کو تو گناہ کرنے اور گناہوں میں بڑھنے کے لئے ڈھیل دی گئی ہے۔ اگر وہ اس ڈھیل کے زمانہ میں خدا کو یاد نہ کرے۔ اور نہ اس سے دعا مانگے تو اس پر الزام نہیں۔ لیکن وہ مومن جو کہ خدا تعالیٰ کو ہر ایک چیز کا مالک جانتا ہے اور یقین رکھتا ہے کہ وہ ہر قسم کی دعائیں سنتا ہے۔ اور اپنے بندوں کی مشکلات دور کرتا ہے۔ وہ اگر دعا نہ کرے تو وہ گستاخ ہو گا اور اس کا دعا نہ کرنا ایسی گستاخی ہو گی جس کی نسبت وہ پوچھا جائے گا۔ دعا کامیابی کا ذریعہ ہے۔ خزانے کی کلید ہے اور مومن کا معراج ہے اور قرآن شریف میں ایسی کامل دعائیں سکھائی گئی ہیں۔ جو وید زبور اور انجیل میں نہیں پائی جاتیں۔ پھر قرآن شریف میں نہ صرف دعاؤں کے سکھانے پر ہی اکتفاء کیا گیا ہے۔ بلکہ ان کی حقیقت بتلائی گئی ہے۔ لیکن پھر کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ مسلمان تو دعاؤں میں سست ہیں اور وہ قومیں جن کی مذہبی کتابوں میں نہ تو ایسی کامل دعائیں سکھائی گئی ہیں اور نہ ہی ان کی حقیقت بتلائی گئی ہے۔ وہ دعاؤں کی پابند ہیں چنانچہ عیسائیوں میں دعا کرنے کی ظاہری صورت اب تک قائم ہے اور ان کے دعاؤں کے اوقات مقرر ہیں۔ مثلاً کھانا کھانے کے بعد وہ دعا کرتے ہیں۔ رات کو اپنے بچوں کو بغیر دعا کرانے کے سونے نہیں دیتے۔ اس طرح ان کے بچوں کے دلوں میں دعا کی عظمت قائم ہوتی رہتی ہے۔ جو بڑے ہو کر بھی اہم معاملات میں دعا کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یورپ کے بڑے بڑے خاندانوں کے رکن گو مذہب سے تعلق نہیں رکھتے۔ لیکن دعائیں کرتے ہیں۔ جنگ کے دنوں میں فتح کے لئے گرجوں میں دعائیں کی جاتی تھیں۔ اور متواتر ایک عرصہ تک کی جاتی رہیں۔ لیکن مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ جہاں شریعت کے دیگر احکام کو ترک کر بیٹھے ہیں۔ وہاں دعاؤں سے بھی لاپروا ہو گئے ہیں۔ خواہ کوئی چھوٹا معاملہ ہو یا بڑا کسی میں بھی دعا کی طرف انہیں توجہ نہیں پیدا ہوتی۔

خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس لئے بھیجا تاکہ آپ ان کو دعاؤں کی حقیقت بتلائیں چنانچہ آپ نے آکر جس قدر دعاؤں پر زور دیا۔ اور ان کی قبولیت کی طرف توجہ دلائی۔ وہ آپ کی زندگی کے ایک ایک لمحہ سے ظاہر ہے۔ آپ نے کھول کھول کر بتا دیا اور اپنے عمل سے دکھا دیا کہ دعا ہی اصل چیز ہے۔ اور یہی کامیابی کا ذریعہ ہے۔ پھر آپ نے جہاں مسلمانوں کو دعا کی تحریض دلائی۔ وہاں اور قوموں کو بتلایا کہ تمہاری کتابوں میں کامل دعائیں نہیں ہیں۔ یہ خصوصیت قرآن کریم میں ہی پائی جاتی ہے۔ اور اسلام نے قبولیت دعا کے جو طریق بتلائے ہیں۔ وہ اور کسی مذہب نے نہیں بتلائے۔ اب اگر ہم قبولیت دعا کے وہ طریق جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بتائے ہیں۔ نہ استعمال کریں۔ تو ہماری مثال اس شخص کی سی ہو گی کہ جو کھیت کے منڈیر پر بیٹھ جائے۔ اور سمجھ لے کہ کھیت خود بخود سرسبز ہو جائے گا۔ یا ہماری مثال اس شخص کی سی ہو گی۔ جو گھر تو بناتا ہے لیکن سردی اور گرمی سے بچنے کے لئے اسے استعمال نہیں کرتا۔ اگر ہماری جماعت کے لوگ کامیابی کے ان طریقوں سے کام نہیں لیتے۔ جو حضرت مسیح موعود نے فرمائے ہیں۔ تو صرف احمدیت میں داخل ہونے سے کیا فائدہ۔ حضرت مسیح موعود نے آکر دعا کی حقیقت کو کھول دیا ہے۔ ورنہ آپ کی بعثت سے پہلے لوگ دعا کی حقیقت سے ناواقف تھے۔ وہ دعائیں کرتے تھے۔ لیکن ان کی مثال ایسی تھی۔ جیسے ایک بچہ سرکنڈے کے کانے کو یا کسی اور لکڑی کو گھوڑا قرار دے کر ادھر ادھر دوڑتا پھرتا ہے۔ جس طرح اس کی حالت قابل مضحکہ اور لائق رحم ہوتی ہے۔ اسی طرح ان لوگوں کی حالت تھی جو حضرت مسیح موعود کی بعثت سے قبل دعائیں کرتے تھے لیکن دعاؤں کی حقیقت سے ناواقف تھے۔ بے شک وہ اس بچے کی طرح جو کانے کو گھوڑا سمجھ کر پھولا نہیں سماتا۔ اپنی دعاؤں پر پھولے نہ سماتے تھے۔ حالانکہ ان کی دعائیں اس کانے کے گھوڑے سے زیادہ وقعت نہ رکھتی تھیں۔ لیکن وہ دعائیں جو حضرت مسیح موعود نے سکھائی ہیں۔ اور وہ طریقے جو آپ نے بتائے ہیں وہ اس عربی النسل گھوڑے کی طرح ہیں۔ جو خوب تیزی سے دوڑتا اور جلدی منزل مقصود پر پہنچا دیتا ہے۔ پس یہ نہ سمجھو کہ پہلے ہم جس طرح دعائیں کرتے تھے۔ اسی طرح اب بھی کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود نے آکر کیا کیا۔ آپ نے دعا کی حقیقت کو کھول دیا۔ اور اس کی قبولیت کو دکھا دیا۔ پس اب وہی دعا قابل قبول اور ذریعہ کامیابی ہے جو حضرت مسیح موعود کی بیان کردہ حقیقت اور آپ کے فرمودہ طریقوں کے مطابق کی جائے۔

میں اپنی جماعت کے لوگوں کو خاص طور پر تاکید کرتا ہوں کہ سورۃ فاتحہ کے مضمون کی طرف

توجہ کرو اور اس کے مطابق دعائیں کرو کہ خدا تعالیٰ ہر بات اور ہر امر میں تمہیں سیدھا راستہ دکھائے۔ اور جو طریقے حضرت مسیح موعود نے دعا کی قبولیت کے بیان کئے ہیں۔ ان کے مطابق دعا کرو۔ ورنہ تمہارا احمدیت میں داخل ہونا اور نہ ہونا برابر ہو گا۔ خدا تعالیٰ ہم سب کے لئے رحمت کے دروازے کھول دے۔ اور اپنے قرب میں جگہ دے۔ آمین

(الفضل ۱۷ جون ۱۹۲۴ء)